رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸-

چیف آف دی ایڈیٹوریل بورڈ آف قادیان

سرپرستان - معاونین - عام طلباء شتاوی

ممبر - ممبر - ممبر - ممبر

انڈیا سے باہر چھ روپے اٹھ آنے (زر سالانہ)

جلد ۲۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جمادی الاوّل ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۳۵ء | نمبر ۱۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قادیان

قادیان دارالامان !! زندہ خدا کا اِک نشان!
مہبطِ انوارِ حق !! اے جا پناہِ قدسیان !!!
تیری مٹی کو بھی حاصل ہو گیا عزّ و وقار
"جب سے ہے نازل ہؤا تجھ میں مسیحائے زماں"
مظہرِ احمدؐ تھا اور احمدؐ ہی اوس کا نام تھا
خوب سمجھے ہیں مری اس بات کو سب رازداں
جب ابھی ظاہر ہؤا تجھ میں نہ تھا وہ نورِ حق
کیا تجھے حاصل تھا؟ کیا مٹی و پتھر کے مکاں؟
لیکن اب کایا ترے پلٹی گئی اس طور سے
تیری رنگت اور ہے اور اَور ہی تیرا سماں
تیرے "یکے بان" بھی دنیا کی آنکھوں میں بسیں
دیکھ کر حیران ہوں عالم ترے اُمّی کساں
گو کہ تو خود بھی نشاں ہے عارفوں کی نظر میں
لیک ہیں موجود تجھ میں اور بھی ظاہر نشاں
حضرتِ محمود احمدؐ میرے آقا کا مثیل
ہاں حبیبِ ایزدی جو ہے تیری روحِ رواں
مسجدِ اقصےٰ - مبارک مقبرہ کچھ کم نہیں

قادیان

اور پھر مہدیٔ دوراں کی رہائش کا مکاں
قادیاں ! تجھ کو نوازا ہے خدائے پاک نے
وہ خدا جس نے کئے پیدا زمین و آسماں
اِک زمانہ تھا کہ تو گمنام تہی مستور تھی !!
اب بجا ہے گر کہوں تجھ کو زمیں کی کہکشاں
مرجعِ عالم ہوئی اور شہرۂ آفاق بھی
رشک کی نظروں سے دیکھے ہی تجھے سارا جہاں
علم و حکمت اور عرفان کی تو چشمہ بن گئی !!
جس سے ہیں سیراب تیرے مرد و زن پیر و جواں
اور بھی دنیا ترے اس فیض کی ممنون ہے
آؤ ! اس کو ثر پہ - آؤ !! اے مبارک تشنگاں !
فلسفی اُلجھے ہے اپنے فلسفۂ خام میں
منطقی کو "شبہۂ معدوم" کی مشکل ہر آں !
دوڑ "امکانِ کذبِ باری" تک اصولی کی ہی بس

قادیان

محو ہے ہر دم کتابوں میں بہت - تاریخ داں
لیک یہ چیلنج ہے میرا اگر پورا کرو !
آفتابِ محمود سا لاؤ کوئی اِک نکتہ داں
مو نہ سے اس کے معارف کے سدا موتی جھڑیں
جن سے حیراں ہو کے رہ جائیں عقولِ عاقلاں
وہ سراپا زندگی اور زندگی اُس کی عطاء
جس سے اب تک ہو چکے زندہ ہزاروں مُردہ جاں
اس کے دامن سے اگر وابستگی حاصل ہوئی
پھر یقیں جانو کہ ہر میدان میں ہو کامراں
"چھوٹی بستی" ! کیا مبارک تو ! کہ تیری خاک بھی
ڈاکٹریں کی نظر میں رکھتی ہے قدر و عزّ و شاں
کیوں بڑھی جاتی تری عظمت ہے ؟ کیا معلوم ہے ؟
اے ہمارے مسکن و مادی !! ہماری قادیاں
سُن کہ رہتا ہے تیرے اندر وہ بابرکت وجود
"لاکھ جاں قربان اس پر" جو ہے تیرا پاسباں
آہ ! مدت ہو گئی محروم ہوں دیدار سے !
پر خدا کی راہ میں قربان میرا جسم و جاں

(نظم از محمد دین احمدی چنیوٹی کوٹ نزد راجہ)

(نظم زیر عنوان "قادیان" از محمد دین احمدی چنیوٹی کوٹ نزد راجہ) ... آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ میں بانیل مرام : بانیل سفر کر رخصت

[1] یعنی شبہہ معدوم النظیر جو منطق کا قدرے مشکل مسئلہ ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲ ✻ قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۵ء ✻ نمبر ۱۸

کلام الامام امام الکلام!

اُمّتی نبی

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنے ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی۔ جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا تعالیٰ سے دور و مہجور ہوتی۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور ممتنع ہے۔ اور یہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فخر ہے۔ کہ ان کی اتباع میں یہہ برکت ہے۔ کہ جب ایک شخص پورے طور پر آپ کی پیروی کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہو جائے۔ ایسا نبی کیا عزت اور کیا مرتبت اور کیا تاثیر اور کیا قوت قدسیہ اپنی ذات میں رکھتا ہے۔ جس کی پیروی کے دعویٰ کرنے والے صرف اندھے اور نابینا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے مکالمات و مخاطبات سے اُنکی آنکھیں نہ کھولے۔ یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے۔ کہ ایسا خیال کیا جائے۔ کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے۔ اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے۔ جسمیں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں۔ قصے ہیں۔ اور کوئی اگر چہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے۔ اسکی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اسکو اختیار کرے تب بھی وہ اسپر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہو گا میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اندھا رکھتا اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔ مگر میں ساتھ ہی خدائے کریم و رحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے بلکہ دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری اُمت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف اُمتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔

اور خود ظاہر ہے کہ جبکہ خدا تعالیٰ قدیم سے اپنی بندوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا آیا ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کی ماں اور مریم صدیقہ کو۔ تو پھر یہ امت کیسی بدقسمت اور بے نصیب ہے کہ اس کے مرد بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح بھی نہیں کیا گمان ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ایک ایسا زمانہ آگیا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں اگر غریب بندوں کی دعائیں سننے میں اس کی کچھ ہتک عزت نہیں۔ تو بولنے میں کیوں ہتک عزت ہے یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سنتا رہے گا۔ ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صاف اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہو گا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا۔ جن سے خدا تعالیٰ مکالمات و مخاطبات کرتا رہے گا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑھ جاتے ہیں۔ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہو گا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا۔ تو حرج کیا ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے۔ کہ اسی کا نام اُمتی بھی تو رکھا گیا ہے۔ اور اُمتیوں کی تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے اور کبھی حضرت عیسےٰ اسرائیلی اس نام سے موسوم نہیں ہوئے۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار اُمتی کر کے بھی پکارا ہے۔ اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ اور ان دونوں ناموں کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی۔ اور اس مرکب نام کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے۔ کہ تم تو عیسےٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو۔ مگر ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ اُمتی ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم)

یاددہانی:۔ جن احباب نے اطلاع دی تھی۔ کہ ان کے نام چندہ کا وی پی نہ کیا جائے وہ منی آرڈر کے ذریعہ اپنا چندہ ارسال کرینگے۔ ابتک اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ اس لئے پھر یاد دلایا جاتا ہے۔ کہ وہ براہ مہربانی جلد اپنا چندہ سال رواں جس کو آٹھواں مہینہ جا رہا ہے۔ ارسال فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ ورنہ ان کے نام ۲۱ اگست کو وی پی بھیجا جائے گا۔ مطلع رہیں۔

(منیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خالصہ مشن

سکھ صاحبان کی خدمت میں چند گذارشات

(۸)

(از گیانی واحد حسین صاحب احمدی مبلغ)

گورو ارجن صاحب سے لیکر گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ تک گرنتھ صاحب میں اختلاف

مصنف تواریخ گورو خالصہ جناب گیانی گیان سنگھ صاحب لکھتے ہیں:۔

"ساری بانی لکھ کے گرو جی نے انت نوں مندا ون اُتے بھوگ پاوندا۔ کیونکہ مندا ونی نام مند دین دا ہے جس طرح چٹھی لکھ کے انت وچ مہر لا کے مُند دیئے دا ہے۔ کہ ایدوں اگے ہور کچھ نہیں"

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۴۳)

بھائی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ گورو صاحب نے سارا گرنتھ صاحب مکمل کر کے آخر پر مُہر لگا دی کہ اس کے آگے کچھ نہیں۔ لیکن موجودہ سری گورو گرنتھ صاحب میں مندا ونی کے بعد کچھ بانی جس کو "راگ مالا" کہا جاتا ہے۔ درج ہے۔ راگ مالا پر سکھوں میں بہت بحث مباحثہ ہو چکا ہے۔ کوئی اس کو گورو بانی اور کوئی تحریف شدہ قرار دیتا ہے۔ ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ بانی بعد کی ملاوٹ ہے۔ چنانچہ رہت مریادہ کا مسودہ جو رسالہ امرت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"سری گورو گرنتھ صاحب دے پاٹھ دا بھوگ مندا ونی اُتے پایا جاوے" (رسالہ امرت بابت ماہ جون ۱۹۳۱ء یعنی گرنتھ صاحب کو مندا ونی پر ختم کرنا چاہیئے۔ پس اگر راگ مالا کو گورو بانی سمجھا جاتا۔ تو یہ لکھا ہوتا۔ کہ سری گورو گرنتھ صاحب کا بھوگ راگ مالا پر ہونا چاہیئے۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پروفیسر گنگا سنگھ صاحب اس بانی کو گورو بانی نہیں سمجھتے۔ بلکہ بھوڈیوالان والے بابو تیجا سنگھ نے راگ مالا کو گورو گرنتھ صاحب سے ہی نکال دیا ہے۔ پھر بھائی چوپا سنگھ جی جو سری گورو گوبند سنگھ صاحب کے پورانے سیوک تھے۔ وہ اپنے رہت نامہ میں لکھتے ہیں[1] "گورو گرنتھ صاحب کا بھوگ شلوکاں پر پاوے" (گورمت سدھاکر صفحہ ۴۶۷)

یعنے آپ سکھوں کو اُپدیش کرتے ہیں۔ کہ سری گورو گرنتھ صاحب کو شلوکوں پر یعنی شلوک محلہ ۹ پر ختم کرنا چاہیئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بھائی چوپا سنگھ صاحب راگ مالا کو گورو بانی نہیں مانتے پھر اس کی تشریح بھائی کاہن سنگھ نے اس طرح کی ہے:۔

"نوویں گورو کی بانی پر ختم کرے۔ مندا ونی کا اِس لئے ذکر نہیں کیا۔ کہ مندا ونی ختم کی مہر ہے جس کا پڑھنا اس طرح ضروری ہے۔ جس طرح شاہی فرمان پڑھ کر مہر کی عبارت بھی ضرور پڑھی جاتی ہے اس سے علاوہ مندا ونی گورو گرنتھ صاحب کی آخری دعا ہے۔ اس کو ختم کرتے وقت پڑھنا ضروری ہے

بہت لوگ راگ مالا پر بھوگ ڈالتے یعنی ختم کرتے ہیں۔ پر راگ مالا گورو بانی نہیں۔ یہ عالم نامی شاعر نے جو اکبر بادشاہ کے وقت ۹۹۱ ہجری سمت ۱۶۴۱ بکرمی میں سری گورو گرنتھ صاحب کی جلد بندی سے ۲۱ برس پہلے بنائی۔ جیسا کہ عالم کے "سنگیت" سے معلوم ہوتا ہے

سن نوں سے ایکا دن آہی
کروں کتھا اب بولوں تاہی
کہوں بات سنو سب لوگا!
کروں کتھا سنگار دیوگا!

کامی رسک پُرش جو سُن ہیں
تے یہ کتھا رین دِن گُن ہیں

سید محمد (غوث قطب قادری) کے مرید عالم شاعر نے مادھوانل اور کام کندلا کا چرتر بھاشا میں لکھا ہے۔ جس کا نام "مادھوانل سنگیت" ہے اس کتاب کے سارے چھند ۳۵۳ ہیں۔ راگ مالا نمبر ۶۳ سے لے کر ۷۲ پر ختم ہوتی ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں لکھی ہوئی راگ مالا اور اس کتاب میں لکھی راگ مالا میں صرف ایک دو جگہ کچھ معمولی اختلاف ہے۔

دیا کرن (مرف نخ) کے مخالف ہمارے کئی بھائی راگ مالا کے اِس پاٹھ یعنی

پرتھم راگ بھیرو وے کرہی
کھسٹ راگ اُن گائے۔ دیکھ کر ہی ضد کرتے ہیں۔ کہ راگ مالا "مادھوانل سنگیت" میں سے نہیں لی گئی۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ راگ مالا کی بناوٹ کسی اوپر چلتے واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔

گورو بانی نہ ہونے کے علاوہ راگ مالا گورمت یعنے سکھ مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں کرتار کا نام بھگت گیان ویراگ وغیرہ کا ذکر نہیں۔ گورو گرنتھ صاحب کے راگ سری راگ سے شروع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ گورو صاحب فرماتے ہیں۔ "راگاں وچوں سری راگ ہے" اس کی تائید بھائی گرداس جی بھی کرتے ہیں۔ "راگنی میں پرتھمی راگ" اور راگ مالا میں بھیرو سے راگ شروع ہوتا ہے۔ اور جو راگ گورو گرنتھ صاحب میں ہیں۔ وہ سب راگ مالا میں نہیں اور

---

[1] رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ جو رسالہ امرت بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء و جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اس میں یہ فقرہ کہ گورو گرنتھ صاحب کا بھوگ شلوکاں پر پاوے یہ اڑا دیا گیا ہے۔ سچوں کی دیانت کا تازہ نمونہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

راگ مالا کے سمگر راگ سری گورو گرنتھ صاحب میں نہیں۔ کرتار پور والے گورو گرنتھ صاحب کے انڈیکس میں لکھا ہے۔ تمام صفحے گورو گرنتھ صاحب کے ۹۷۴ ہیں۔ منداونی ۹۷۳ صفحہ پر ہے۔ اور صفحہ ۹۷۴ والا سفید پڑا ہے۔

کسی سکھ نے راگ مالا اسی طرح گورو گرنتھ صاحب کے آخر میں زائد ورق پر لکھ دی ہے۔ جس طرح بھائی بنوں نے گورو صاحب کی اجازت کے بغیر کئی شبد اور سنگلادیپ کی ساکھی وغیرہ لکھ دیئے تھے۔ اور بعضوں نے وفات وغیرہ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

کئی بے وقوف خیال کرتے ہیں۔ کہ راگ مالا کی مخالفت سنگ سبھا کے بننے سے ہوئی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ بے شمار پرانے گورو گرنتھ صاحب بابا آلہ سنگھ جی کے بنوچ پٹیالے میں اور سری اوجل نگر وغیرہ گوردواروں میں موجود ہیں۔ جن میں راگ مالا نہیں اور "گور پرتاپ سورج" کے مصنف بھائی سنتوکھ سنگھ صاحب نے سمت ۱۹ سے پہلے راگ مالا کی بابت اس طرح لکھا ہے۔

"راگ مالا ست گور کی کرت نہہ ہیں۔ منداونی ناگ گور بین اس میں نہہ سنے کچھو کری ایہہ جے سنسے اوبک نین مادھونل عالم کوی کینس تس میں ترتکاری کہ تین راگ راگنی نام گنے نہہ شری ارجن کرت ہیں۔"

(راس ۱۳ ادھیائے ۴۷۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۴۶۹)

بھائی صاحب نے واضح کر دیا ہے۔ کہ راگ مالا گرنتھ صاحب کی بانی نہیں۔ بلکہ یہ سکھ مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں ایشور اور پرمیشر وغیرہ کا ذکر نہیں۔ اور گرنتھ صاحب کے راگ سری راگ سے شروع ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے ایسا نہیں۔ اور کرتار پور والے گرنتھ میں آخری ورق خالی ہے۔ اور کئی ایک گورو گرنتھ صاحب ریاست پٹیالہ میں موجود ہیں۔ جن میں راگ مالا نہیں لکھی۔ یہ بھائی بنوں[1] کی طرح کسی سکھ نے گرنتھ صاحب میں درج کر دی ہے۔ اور بھائی سنتوکھ سنگھ نے بھی اس کے گورو بانی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور راگ مالا گرنتھ صاحب بننے سے ۲۱ برس پہلے اکبر کے زمانہ میں عالم شاعر کی کتاب "مادھوانل سنگیت" میں درج ہے۔

گیانی گیان سنگھ نے بھی راگ مالا کو مادھوانل کتاب سے ماخوذ بتایا ہے۔ بعض راگ مالا کو بھائی گرداس کی تصنیف بتاتے ہیں۔ اور سکھوں کی مختلف پارٹیوں نے راگ مالا کو گوروارجن صاحب کی مہر سے باہر اور تحریف شدہ مان کر غیر مستند قرار دیا ہے۔ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے بھی کیا گرنتھ صاحب کے محفوظ ہونے کا گمان ہو سکتا ہے۔

حاشیہ۔ [1] بھائی بنوں کے علاوہ اور بھی بہت سے گورو گرنتھ ہیں۔ جن میں کئی ایک زائد علوم درج ہیں چنانچہ گیانی پرتاپ سنگھ مبلغ شرومنی پربندھک کمیٹی لکھتے ہیں:۔

"گورو گرنتھ صاحب کی کئی ایک پرانی قلمی جلدوں میں ایک زائد ورق پر "حقیقت رائے مقام" کے ہیڈنگ کے نیچے کہانی درج ہے۔" (گورمت سدھاکر صفحہ ۱۵)

گوروارجن صاحب نے گرنتھ صاحب مکمل کر کے مہر لگا کر تصدیق کر دی۔ کہ اتنی بانی ہم نے درج کی ہے۔ اور بقول گیانی گورمکھ سنگھ صاحب مسافر کہ جب گوروارجن صاحب گرنتھ صاحب کو مکمل کر چکے تو آپ نے فرمایا تھا۔ کہ اس میں کسی کو بھی زیر زبر لفظ شعر تک کے بھی کم و بیش کرنے کی اجازت نہیں دیکھو رسالہ امرت بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۶ لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ گوروارجن صاحب کے اس فرمان کے ہوتے ہوئے اور منداونی کے بعد گورو ہرگوبند صاحب کو کیا حق حاصل تھا۔ کہ وہ اس جلد میں دست اندازی کریں۔ چنانچہ تمام سکھ اتہاس میں مرقوم ہے کہ گورو ہرگوبند صاحب نے ۹ دھنا پر سوچنا گرنتھ صاحب میں درج کر دیں۔ لیکن اوپر محلہ ۶ نہیں۔ اس جگہ ناظرین کو محلہ کے متعلق بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ محلہ کے کیا معنی ہیں۔ تاکہ ان کو آگے سمجھنے میں آسانی ہو۔ محلہ کے معنے عورت ہے۔ گورو صاحبان نے اپنے آپ کو عورت قرار دے کر ایشور خاوند سے ناطہ جوڑا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے لئے محلہ پد استعمال کیا ہے۔ اور ہر ایک گورو نے اپنی بانی میں اپنا تخلص نانک ہی لکھا ہے۔ اس لئے گرنتھ صاحب میں جہاں محلہ لکھا ہوا اس سے مراد گورو ہوتا ہے۔ لیکن کلام کی تمیز کے لئے کہ یہ کس گورو کی کلام ہے۔ محلہ ۱ محلہ ۲ محلہ ۳ محلہ ۴ وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ محلہ ۱ سے مراد پہلا گورو یعنے بابا نانک صاحب محلہ ۲ سے مراد دوسرے گورو یعنی سری گوروانگد صاحب اس طرح محلہ ۳ سے تیسرا گورو امرداس صاحب اور محلہ ۴ سے چوتھا گورو رام داس صاحب مراد ہوتے ہیں۔ لیکن گورو ہرگوبند صاحب نے ۹ دھنا پر سوچنا لکھی یعنی (۱) وار ماجھ کی تتھا سلوک محلہ ۱ ملک مرید تتھا چندر ہڑا سوہیا کی دُھنی گاونی

(۲) گوڑی کی وار محلہ ۵ رائے کمال دی موجدی کی دُھن اوپر گاونی۔

(۳) آسا محلہ ۱ وار شلوکاں نال شلوک بھی محلے پہلے کے لکھے ٹنڈے اس راجے کے دُھنی۔

(۴) گوجری کی وار محلہ ۳ سکندر براہم کی دُھن گاونی

(۵) وڈہنس کی وار محلہ ۴ للہ بہلیماں کی دُھن گاونی۔

(۶) رام کلی کی وار محلہ ۳ جو دھے ویرے پوربانی کی دُھنی۔

(۷) سارنگ کی وار محلہ ۴ رائے مہے حسنے کی دُھن

(۸) وار ملار کی محلہ ۱ رائے کیلاس تتھا مالدیو کی دُھن:

(۹) کانڑے کی وار محلہ ۴ موسے کی وار کی دُھن

یہ ہے دھنا پر سوچنا لیکن اس پر محلہ ۶ نہیں لکھا کیا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ گورو ہرگوبند صاحب نے گوروارجن کی منشاء کے خلاف اور گرنتھ صاحب میں تحریف کی:

(باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام کا خدا

معزز ناظرین! یہ ایک بدیہی بات ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں عالم و جاہل۔ فیلسوف و بدوی ایک نقطۂ مرکزی پر متفق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کی ہستی کا خیال نہیں۔ بلکہ یقین بنی نوع آدم پر غالب اور حاوی نظر آتا ہے۔ مختلف زبانوں کے بولنے والے مختلف اقالیم کے باشندے۔ رنگ۔ قد و قامت اور طرز معاشرت میں ہزار ہا اقسام کے اختلاف رکھنے والے اگر کسی ایک کلمہ میں متحد نظر آتے ہیں۔ تو وہ صرف اور صرف خدائے واحد کا وجود ہے۔ کیا یہ اتفاق اس وجود بے مثل کی ہستی کا زبردست ثبوت نہیں؟ کیا اس اتحاد کو کسی منصوبہ یا اوہام پرستی پر محمول کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اسی طرح اللہ تعالیٰ دہریت کی تردید میں اور دلائل کے علاوہ اس دلیل کو بھی پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے ومن ایاتہ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لاٰیات للعالمین (الروم ع ۲)

کہ میری ہستی کے زبردست دلائل میں سے ایک بین ثبوت یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ دنیا اختلاف کا گھر ہے۔ مگر پھر بھی ہزار ہا اختلافات کے ہوتے ہوئے مختلف رنگوں والے اور علیحدہ علیحدہ زبانوں کے بولنے والے میری ہستی کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ میں نے ان کی فطرت میں ہی یہ مرکوز کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر علم طبعیات کا ماہر کائنات ارض و سماء اور ان کی جزئیات اور احسن ترتیب و محکم نظام کو دیکھ کر ایک وراء الوریٰ ہستی کے وجود پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہے۔ تو اسی طرح ایک سادہ لوح انسان بھی اس "مؤثر کل" کے اثرات غیر محصورہ و بے انتہاء کو مشاہدہ کرتے ہوئے اس حیّ و قیوم کی ذات پر ایمان لاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک فلسفی دہریہ کے مقابلہ پر ایک اعرابی (جنگلی) نے نہایت متانت سے ہستی باری تعالےٰ کا یوں ثبوت دیا تھا۔

"البعرۃ تدل علی البعیر واثار الاقدام علی السفیر فالارض ذات الفجاج والسماء ذات الابراج کیف لا تدل علی الخبیر البصیر"

کہ اونٹ کی مینگنی اگر اونٹ کے وجود پر اور پاؤں کے نشان راہ گزر کی ہستی پر دلیل ہیں تو کیا وجہ ہے۔ کہ یہ زمین و آسمان اور ان کے اندر کی تمام مخلوق کسی خالق اور پیدا کنندہ کی طرف رہنماء نہ ہو۔ اور ان تمام اجرام فلکیہ کا اپنے دائرہ اور محور میں محدود ہونا ایک محدد کی ہستی پر دلیل نہ ہو سچ ہے ؎

ایں ہمہ بستگان آں یکذات!
بر وجودش دلائل و آیات!

اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو اس عالم کی ہر چیز اپنے بے نظیر انداز میں اپنے صانع اور خالق حقیقی کے لئے زبردست گواہ ہے۔ ایٹھر اور ذرات عالم سے لے کر بڑے سے بڑے جرم تک میں یہی رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ جن لوگوں نے صاف اور محققانہ نظر سے ان اشیاء کو دیکھا ہے۔ انکو بالآخر یہ کہنا ہی پڑا ؎

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تری دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوب رویوں میں ملاحت ہے تری اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

ہستی باری تعالےٰ کے بے شمار دلائل میں سے ایک زبردست دلیل انبیاء۔ رشی۔ اور ریفارمروں کا وجود ہے۔ نوع انسانی کے وہ ممتاز افراد جن کی شخصیت اور پوزیشن نہ صرف اپنے ہم عصروں میں نمایاں تھی۔ بلکہ ہر زمانے میں کروڑوں انسان ان کی صداقت کے قائل ہیں۔ اس بات کے چشم دید گواہ ہیں۔ کہ انسان سے اوپر ایک مقتدر اور واجب الوجود ہستی موجود ہے اور ہم اس کی طرف رہنماء ہیں۔ ان برگزیدوں کی متفقہ شہادت نہایت وزنی ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ مدنظر رکھا جائے۔ کہ وہ لوگ زمانہ اور ملک کے لحاظ سے ایک دوسرے کے حالات تو کجا ناموں سے بھی واقف نہ ہو سکتے تھے۔ کیا ان کی گواہی کو کسی غلطی۔ بیماری یا اتفاق کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے؟ کیا ایسے گواہوں کی اتنی بڑی تعداد ہستی باری تعالےٰ کے لئے برہان قاطع نہیں ہے؟ اگر شہادت سے کوئی امر طے ہو سکتا ہے۔ تو یقیناً ہستی باری تعالیٰ تمام ثابت شدہ اشیاء میں سے اول نمبر پر ثابت شدہ حقیقت ہوگی۔

تاریخ انسانی کا گہرا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں۔ کہ انسان ابتداء آفرینش سے ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی اندرونی محبت اور قلبی سوزش کے ماتحت ایک وراء الورئی محبوب کے لئے سرگردان رہا ہے وہ کبھی وسیع اور چٹیل میدانوں میں اس کی جستجو میں سرگشتہ نظر آیا۔ اور کبھی دریاؤں کی آبشاروں پر اور پہاڑوں کی وادیوں میں اس کی تلاش میں دیوانہ وار پھرتا دکھائی دیا۔ کوئی مشکل نہ تھی جس کو اس نے طے نہ کیا۔ اور کوئی دشوار گزار راہ نہ تھا جس کو اس نے عبور نہ کیا۔ وہ کونسی چیز تھی۔ جس نے اس کے چین۔ آرام اور سکھ کو قربان کرنے کے لئے اس کو آمادہ کر دیا۔ اور وہ اپنا تن من دھن نچھاور کرنے کو اپنی خوش قسمتی یقین کرنے لگا۔ یقیناً وہ حقیقی عشق اور اصلی محبت کا ہی جذبہ تھا۔ اور ہے جس کے ماتحت اولوالعزم انسانوں نے دنیا کی ہر ذلت اور لعنت کو بخوشی قبول کیا۔ کیونکہ ؎

کس بنظر یار صد یقے نشد!
تا بنظر غیر زندیقے نہ شد!

پس فطرت انسانی کا یہ بدیہی مقتضا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ فی الواقع ایسی ہستی موجود ہے جس کے لئے عشاق الٰہی فطرتاً سوز و گداز اور قلق و اضطراب میں رہتے ہیں۔ اور جس کو "محبوب کل" کے نام سے یاد کیا جا سکتا ہے۔ اور وہی خدا ہے۔

فلسفہ کے واقف اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ جملہ ممکنات عالم اپنے امکان اور حدوث و بقاء کے ذریعہ ایک مستور مگر واجب الوجود ہستی کیطرف رہبری کر رہے ہیں۔ کیونکہ وجود ممکن بدوں سبب محال ہے۔ اور وہ سبب یا ممتنع[1] ہوگا یا ممکن[2] یا واجب[3] الوجود۔ صورت اول بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ جو خود موجود نہیں۔ وہ کسی دوسرے کو کیا موجود کرے گا۔ دوسری صورت بھی غلط ہے۔ کیونکہ ورنہ تسلسل اور دور لازم آئے گا۔ پس ضرور ہے۔ کہ وہ سبب موجد یا علت موجدۃ واجب الوجود ہو اور یہ تمام پیدا ہونے اور فناء ہونے والی اشیاء ایسی مقتدر ہستی کے اشارہ پر کام کر رہی ہوں جو خود فناء و حدوث سے پاک اور غیر متغیر ازلی ابدی ہو۔ اور چونکہ تعدد و تباین کی صورت میں ہر ایک واجب کا تشخص اور تعین علیحدہ اور ارادہ مستقل ہونا ضروری ہے۔ اور اس اختلاف کی حالت میں نظام عالم کا برقرار رہنا ایک محال اور ممتنع امر ہے۔ مگر چونکہ امر واقعہ یہی ہے کہ نظام دنیا درہم برہم ہونے سے محفوظ ہے لہذا ثابت ہوا۔ کہ اس عالم کا مالک اور منتظم صرف خدائے واحد ہے۔ اسی برہان قطعی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔

کہ اگر "اللہ واحد" کے علاوہ اور بھی کوئی اس کا شریک یا ہمسر ہوتا تو یہ کاروبار فوراً تباہ و برباد ہو جاتا۔ پس ان ممکنات کی کثرت باواز بلند ایک واجب الوجود ہستی کی منادی کر رہی ہے۔ اے کاش سننے کے کان ہوں ؎

ہمہ پیدا از دست قدرت او
کثرت شاں گواہ وحدت او

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ عیاں ہو چکا ہے۔ کہ واجب الوجود کا وجود ایک یقینی اور بدیہی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے لوگوں میں یہ اعتقاد نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ گو اہل دنیا نے اپنے خیال سے اس پر جلال ہستی کو مختلف ممکنات میں محصور قرار دیا۔ وہ کبھی پتھروں اور دریاؤں کے لئے سربسجود ہوئے اور کبھی درختوں اور آگ وغیرہ کی پرستش کی۔ اور کبھی سانپ اور بچھوؤں کو ہی کارساز تصور کیا۔ اور کبھی اس بے مانند و بے مثال ہستی کے غیر محدود جلال کو انسانوں۔ دیویوں۔ فرشتوں یا دیگر فانی اشیاء میں محدود بتایا۔ مگر الہام الٰہی کی روشنی پیشتر ازیں ہی اس کی توحید کو نمایاں کر چکی تھی۔ اور انسانوں کو ایسی غلطیوں سے نکالنے کے لئے آئندہ ہر زمانے میں اپنی چمکار کا وعدہ کر چکی تھی۔

ہر زبان اور ہر ملک میں اس کا نام تو مختلف ہو سکتا ہے۔ مگر اس کا صحیح تصور ایک ہی ہوگا یہی وجہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا اور اسی قسم کے دیگر تخیلات اس واجب الوجود کا صحیح نقشہ نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ یہ سب انسانی قیاس کی اختراعات ہیں۔ اور یہ قیاس بھی اس ہستی کے متعلق ہے۔ جس کی ذات لایدرک اور ہمارے خیال و وہم سے بالاتر ہے۔ ہم اپنی ناقص عقل کے ساتھ کیونکر اس بحر بے کنار کی تہ کو پہنچ سکتے ہیں۔ اور کس طرح اس کی حقیقت ماہیت اور صفات کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہیں۔ کہ باری تعالےٰ کے متعلق صحیح تصور پیش کرنا عقل کا کام نہیں۔ بلکہ اس کام کو سرانجام دینے والا صرف الہام الٰہی ہے۔ وہ خود "انا الموجود" کی آواز سے اپنی ہستی کو اور اپنے کلام سے اپنے صفات کو انسان پر ظاہر کرے۔ تب ہی وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ کہ عقول انسانیہ میری کنہ کے ادراک سے قاصر اور عاجز ہیں۔ ہاں میں خود تشنگان زلال اور طالبان حقیقت کو اپنا ادراک دیتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ انسانی خیال کا تراشیدہ تصور حقیقتاً پرمیشور کا تصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ صرف انسانوں کا "خود ساختہ" نقشہ ہوگا۔ اور درحقیقت ایسا تصور طالبان روحانیت کے لئے ایک خطرناک رہزن ہے جو انکو اپنے مولیٰ سے وصال کی بجائے کوسوں دور کر دیگا ؎

تو کشی از پیش خود تصویر او۔
خالق او مے شوی اے تیرہ خو
آنکہ خود از کار خود جلوہ نماست
آں خدا نے آنکہ خود از دست ماست

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زمین تراشیدن جہانے شد تباہ
کم کسے موئے خدا بُرد درست راہ

پس چاہیئے کہ ہم ایشور کا تصور خود نہیں بلکہ اس کے کلام سے ہی تلاش کریں۔ اور میں آپ احباب کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ قرآن مجید نے جو تصور اس وراء الوریٰ ہستی کا پیش فرمایا ہے۔ وہی کامل اور قانون قدرت کے مطابق ہے اور یہ بات اسلام کی سچائی کا کافی ثبوت ہے ؎

بس ہم ایں فخرے بود اسلام را
کو نمائد آں خدائے نام را

یاد رہے کہ مذہب کی غرض ہی یہی ہے۔ کہ وہ انسان کو اپنے آقا اور مالک کا مفتون بنا دے۔ اور عابد و معبود اور خالق و مخلوق میں ایسا مضبوط اور گہرا تعلق قائم کر دے کہ جس کو نہ تلوار کاٹ سکے۔ اور نہ آگ جلا سکے۔ اور نہ کوئی اور رشتہ اس پر غالب آ سکے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا رابطہ بدوں کامل محبت ناممکن ہے۔ پس مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسان کے سامنے اس کے مولا کا ایسا تصور پیش کرے۔ کہ اس کی محبت اس کے ریشہ ریشہ میں رچ جائے۔ اور وہ دنیا میں ہو کر بھی محض اپنے خالق کا ہو جائے۔ اور کوئی چیز سوا محبوب ازلی کے اس کو تسکین نہ دے سکے۔

اسی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مذہب میں اللہ تعالیٰ کو محبت کا مجسمہ اور الفت کا پتلا دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ انسان کے دل میں بھی اس کی محبت جاگزیں ہو کیونکہ "Love creates Love" محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے چنانچہ آریہ سماج کا ایک نمائندہ ویدک دھرم کی فضیلت بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"ہم سب اس کے بچے اور وہ خدا ہی ہمارا رب کا حقیقی باپ ہے۔ عیسائی مذہب میں بھی خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر وید نے اس کو ماں بھی کہا ہے" (رسالہ آریہ مسافر دہلی نمبر ۸ صفحہ ۳۱)

گویا ان ہر دو عظیم الشان مذہبوں میں اللہ تعالیٰ کو باپ اور ماں قرار دے کر اس کو محبوب بنانے اور محسن بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مالک کا اپنے مملوک سے اور خالق کا اپنی مخلوق سے جو تعلق ہے اور ہونا چاہیئے۔ اس کو ماں اور باپ کے لفظ سے تعبیر کرنا درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔ بے شک یہ محبت کے لئے ناقص استعارے ہیں۔ مگر کامل محبت اور کامل تعلق کا اظہار ان الفاظ سے نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ماں اور باپ کا تعلق محدود ان کا دائرہ تعلق محدود۔ اور ایشور کا تعلق اور دائرہ تعلق غیر محدود اور بے انتہاء۔ لہذا غیر محدود کو محدود سے تشبیہ دینا یقیناً ناقص اور ادنیٰ تشبیہ ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس کو باپ یا ماں قرار نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا۔

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ع ۱) کہ اے تمام لوگو! تم اپنے "رب" کی محبت کے نشہ میں سرشار ہو جاؤ۔ کیونکہ وہی ہے جو تم کو عدم سے وجود میں لایا۔ تم کو ہی نہیں بلکہ تم سے پہلے تمام ان ہستیوں کو بھی جن پر تمہاری زیست اور پیدائش کا دار و مدار تھا۔ اسی نے پیدا کیا۔ پس اس کا احسان تم پر دائمی ازلی ابدی ہے۔ اور اس کی محبت کو کسی دوسری محبت سے مشابہت نہیں دی جا سکتی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے معبود و مسجود ہونے کی وجہ اور محبوب بننے کی علت رب ہونا قرار دیا ہے اور اس کی ربوبیت غیر محدود ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین کہ اللہ ہی تمام محامد اور صفات حسنہ کا مستحق ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور کوئی مشرک و دہریہ بھی اس کی ربوبیت سے باہر نہیں +

ناظرین! اب غور کرو۔ کہ کیا رب کا تعلق اَب (باپ) اور اُم (ماں) کے تعلق سے اور اس کی محبت ان کی محبت سے بڑھ کر نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اس میدان میں بھی اسلام گوئے سبقت لے گیا۔

دنیا جانتی ہے۔ کہ محبت کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ (۱) حسن (۲) احسان۔ میں ان کی اقسام اور تفاصیل میں نہ پڑتا ہوا صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ چونکہ تمام ادیان اور مذاہب کے نزدیک خدا تعالیٰ ہی حسن و احسان کا منبع ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ جو تصور اس کا انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ وہ بلحاظ حسن اور احسان کے انتہائی ڈگری پر ہو۔ اور کوئی شائبہ نقص اور کمزوری کا اس میں موجود نہ ہو۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے اس وراء الوریٰ ہستی کے تصور کے لئے لفظ "اللہ" کو بطور ذاتی نام کے تجویز فرمایا۔ جو صرف اس ذات پر صادق آ سکتا ہے۔ جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام کمالات کی جامع اور پھر تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہو۔ گویا لفظ "اللہ" میں اشارہ کر دیا۔ کہ اسلام کا پیش کردہ تصور باری اپنے حسن و احسان میں بے نظیر ہے۔

اسلام نے سب سے اول اللہ تعالیٰ کو تمام انسانی تشبیہات سے منزہ قرار دیتے ہوئے اعلان کیا۔ "لیس کمثلہ شیٔ" کہ اللہ کی مانند مثل اور نظیر کوئی نہیں۔ وہ اپنی ذات صفات اور افعال میں یگانہ اور بے نظیر ہے۔ اور یہی وہ شہادت ہے۔ کہ جس کو گلستان عالم کا پتہ پتہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ببانگ دہل بلند کر رہا ہے۔ کہ میرا خالق بے مانند اور بے مثال ہے۔ اور پھر اس کے حسن و احسان کو نہایت محبوبانہ پہلو سے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ خالق کل شئ وھو الواحد القھار۔ کہ تمہارا خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ ایک اور غالب ہے۔ اس کے سامنے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ کوئی قدرت کا کام نہیں جس کو وہ نہ کر سکتا ہو۔ روح و مادہ سب اسی کی مخلوق ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس کی پیدا کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ خود بخود ہیں۔ تو پھر ان کے خدا ہونے میں کیا شبہ رہ جائے گا۔ اور دریں صورت توحید تثلیث سے بدل جائے گی۔ نیز پھر وہ کس حق کی بنا پر روح و مادہ کا مالک اور ان پر حکمران ہے جبکہ ان کا خالق نہیں۔ بھائیو! یقیناً وہ خدا خدا نہیں۔ جو ہر چیز کا خالق نہیں بلکہ روح و مادہ شریک غالب کی طرح اس کے ہمسر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس صورت میں ایشور کو ایشوری سے عاری ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ؎

گر وجود ہمانہ زاں رحماں بُدے
جانِ ما با جانِ او یکساں بُدے
آنکہ جانِ ما بجانش ہمسر است
جائے ننگ و عار نے پرمیشر است

پس اسلام کا یہ پہلو کہ پرمیشور یا خدا ہر چیز کا خالق ہونا چاہیئے۔ ہر رنگ سے قابلِ تسلیم اعتقاد ہے۔ اور فطرت انسانی اور قانون قدرت کے مطابق۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا اگر روح و مادہ کا خالق ہے۔ تو بتاؤ اس نے مادہ کو کہاں سے پیدا کیا۔ اور کس چیز سے پیدا کیا۔ کیونکہ عدم سے وجود اور نیستی سے ہستی ناممکن ہے۔ لہذا وہ بغیر مادہ کے کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ مگر اسلام کہتا ہے۔ کہ تمہارا خدا کوئی کمہار نہیں ہے۔ کہ جو بغیر مٹی کے کوئی برتن نہ بنا سکے۔ وہ "قادر مطلق" اور "سرو شکتیمان" ہے۔ کوئی قدرت کی بات اس کے سامنے اَن ہونی نہیں ہے۔ جس طرح وہ بغیر آلات اور ہتھیاروں کے سب کچھ کر سکتا ہے اسی طرح وہ بغیر مادہ کے سب کچھ بنا سکتا ہے نیستی اور ہستی ہر دو اس کے ماتحت ہیں۔ اور وہ ان پر حکمران۔ گو ہم نیستی سے ہستی نہیں کر سکتے۔ اور ہمارا ظاہری مشاہدہ اور علم اس کی مثال اس سلسلہ میں نہیں پاتا۔ مگر کیا عدمِ علم سے عدم شے لازم آتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ خصوصاً جب کہ مسلم ہے۔ کہ وہ قادر مطلق ہے۔ اپنے ہر ارادہ اور ہر مشیت کو منصۂ ظہور میں لانے پر قادر ہے۔

اسلام نے خدا تعالےٰ کے حسن کو نہایت مکمل صورت میں پیش کیا ہے۔ اس کو ذرہ ذرہ کا خالق اور تمام کلیات و جزئیات کا عالم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا عالم الغیب و الشہادۃ۔ کہ وہ تمہارے سامنے نظر آنے والی اشیاء کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور تمہاری نظروں سے اوجھل اور مخفی اشیاء کا بھی پورا عالم ہے۔ اس کے سامنے ماضی و حال و استقبال سب یکساں ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ وہ انسان پر اس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اس سے استفہام کرے۔ مگر وھو اعلم بھم کی حالت میں ہی۔ الغرض کوئی خوبی نہیں جو اس واجب الوجود کے لئے قرآن پاک نے ثابت نہ کی ہو۔ اور کوئی نقص نہیں جس سے اس کو منزہ اور مبرا قرار نہ دیا ہو۔ افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اس کے حسن کو نہایت بھیانک رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اس کو روح اور مادہ کے پیدا کرنے سے عاجز قرار دیتے ہیں۔ اور پھر ان کو یا بیٹے اور روح القدس کو اس کی خدائی میں شریک۔ اور ہر دو رنگ کی تثلیث سے اس ذات بے چون و بے چگوں کو جو عیوب اور نقائص لاحق ماننے پڑتے ہیں۔ وہ عیاں ہیں۔ جن کی تفصیل اس جگہ ناممکن ہے۔

خدا کے علم اور دیگر اوصاف اقتداریہ کے متعلق ان مذاہب میں خلاف فطرت تعلیم پیش کی گئی ہے۔ ویدنے اس کو علم غیب سے عاری قرار دیا۔ جیسا کہ ذیل کے منتر سے ظاہر ہے۔

"اے بیاہے مرد عورتو! تم رات کو کہاں ٹھہرے تھے۔ اور دن کہاں بسر کیا تھا تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے۔ جس طرح بیوہ عورت اپنے دیور کے ساتھ شب باش ہوتی ہے یا جس طرح بیاہا ہوا مرد اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لئے یکجا شب باش ہوتا ہے۔ اسی طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے۔" (رگوید ادھیائے ۸ منتر ۲۔ بھومکا صفحہ ۱۳۵)

اور بائبل نے بقول نصاریٰ اس حی و قیوم کو موت اور فناء کا مورد بتلایا۔ بھائیو۔ جو عالم الغیب نہیں وہ ہمارے اندرونی عشق کا کیا بدلہ دے سکتا ہے۔ اور جو خود مر گیا۔ وہ ہم کو کب تک زندہ رکھ سکتا ہے۔

خدا تعالےٰ کے حسن کے علاوہ احسان والا پہلو بھی ان مذاہب میں نہایت ناقص بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ابنائے وطن کہتے ہیں کہ ایشور کسی گناہ کو معاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حالانکہ ہم بارہا اپنے قصور واروں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم تو اس کے بندے ہو کر گناہ معاف کر دیں اور وہ ہمارا خدا ہو کر بھی اس سے عاجز آجائے۔

(العیاذ باللہ)

پس یہ تعلیم فطرت انسانی کے مخالف ہے۔ ہاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سچی اور پاکیزہ تعلیم یہی ہے۔ کہ "یغفر الذنوب جمیعاً" وہ خدا غفار ہے۔ وہ توبہ سے ہر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ ظالم نہیں۔ بلکہ ارحم الراحمین ہے۔ اس کا دروازہ گنہگاروں پر بند نہیں۔ اے کاش کہ وہ خود اس سے منہ نہ موڑیں۔ یقیناً وہ خدا ماں سے کہیں زیادہ رحم دل ہے۔ جو اپنے گندمنے بچے کو بھی اس کے ہاتھ بڑھانے پر گود میں لے لیتی ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ توبہ کا یہ مفہوم ہے۔ کہ منہ سے چند کلمات کہہ دیئے جائیں اور توبہ ہو گئی۔ مگر یہ بات اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور خود لفظ "توبہ" میں ہی اس کی تردید موجود ہے کیونکہ "توبہ" کے معنے ہیں "پہلی پاکیزہ حالت کی طرف لوٹ آنا"۔ گویا توبہ حالت کا نام ہے۔ محض قول یا کلام کا نام نہیں۔ اور کون نہیں جانتا۔ کہ عملی اصلاح اور قلبی تبدیلی ظالم سے ظالم اور سنگدل انسان سے بھی معافی دلا دیتی ہے۔ چہ جائیکہ معافی دینے والا ہمارا اپنا رب ہو۔

اس اعتقاد کی رو سے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو گویا "دفع شر" (دکھ کے دور کر دینے) سے جواب دیا۔ اور نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ یہ خیال نہ صرف مقدس سے تعلق رکھنے والوں کا ہی نہیں بلکہ عیسائی دوست بھی یہی مانتے ہیں۔ کہ باپ نے بلا معاوضہ محض توبہ سے گناہ معاف نہ کرنے چاہے۔ بلکہ اپنے بیٹے کو مروا کر محض اس کے مومنوں کے لئے باب رحمت کو کھولا۔

اللہ تعالیٰ کے احسان کا دوسرا پہلو یعنے ایصال خیر کا درجہ کہ دوسرے کو بلا معاوضہ احسان کا مورد بنایا جاوے۔ اس کے متعلق بھی ویدک دھرم کے قائلین کا خیال ہے کہ ایشور تو بلا مبادلہ بھلائی کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ ہمارے عمل سے بڑھ کر بدلہ دے سکتا ہے۔ ہم کو جو سکھ۔ آرام۔ چین اور راحت نصیب ہوتا ہے یہ محض ہمارے اپنے گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہی ہے۔ ایشور کا ان کی کمی بیشی میں کوئی دخل نہیں۔ وہ تو صرف ایک بے ارادہ مشین کی طرح ہے۔ جس میں جتنی گندم ڈالو گے۔ وہ آٹا نکال دیگی۔ اور بس (نعوذ باللہ) مگر اسلام کہتا ہے۔ کہ تمہارا خدا تمہارے نیک اعمال سے کہیں بڑھ چڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔ وہ بلا مبادلہ احسان اور رحم بھی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ "الرحمٰن" ہے۔ وہ عمل سے زائد اور بہتر بدلہ بھی دیتا ہے کیونکہ وہ "الرحیم" ہے۔ ہاں وہ بداعمال کا بدلہ ان سے زائد نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کا قانون ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہٗ علی اللہ کہ بدی کا بدلہ اسی قدر ہے۔ ہاں اس کو بھی مناسب موقع پر معاف کر دینا اجر کا مستحق بنا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ مالک یوم الدین ہے۔

اسی اصل کے ماتحت اسلام نے جنت کو ابدی دائمی اور دوزخ کو محدود قرار دیا ہے۔ کیونکہ نیکیوں کا بدلہ بغیر حساب دیا جائے گا۔

"یوفی الصابرون بغیر حساب"

پیارے ناظرین! اس مذکورہ بالا بیانات سے واضح ہے۔ کہ ایشور یا اللہ کا جو تصور اور نقشہ اسلام نے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کے لحاظ سے اس کی محبت کے پیدا کرنے کے لحاظ سے اور پھر قانون قدرت کے لحاظ سے صرف وہی قابل تسلیم ہے۔

بالآخر ہم اپنے بھائیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ کہہ دینا ہی ضروری سمجھتے ہیں کہ دیگر مذاہب نے جو تصور پرمیشور کا پیش کیا ہے۔ وہ آج گونگا اور ساکت ہے۔ ان کے نزدیک اس کا کلام اور سلسلہ الہام آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ گویا انسانوں سے تو ہر قسم کی عاشقانہ قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر ان کے دل کو تسلی دینے کے لئے اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرنے کے لئے ایک لفظ بول نہیں سکتا۔ عزیزو! ؎

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل!
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

عشاق الٰہی کے سینے اس مایوسانہ آواز کو سن کر کہ تمہارا خدا کبھی ابدالآباد تک تم سے کلام نہ کرے گا۔ شق ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنی زندگی کو موت سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ اگر کسی کے دل میں اس کا حقیقی عشق ہو گا۔ تو وہ اس آواز کو بصد نفریں دیکھے گا۔ کہ زندہ خدا۔ ہمارا محبوب خدا ہم سے کبھی ہمکلام نہ ہو گا۔ انسانی روح اور کانشنس کبھی تسلی اور اطمینان نہیں پا سکتی۔ جب تک کہ اس کو اس کا وصال نہ حاصل ہو۔ اور وہ اپنے کانوں سے اس کی شیریں آواز کو سن نہ لے۔ کونسا وہ عاشق ہے۔ جو اس خیال موہوم سے تسلی پکڑ سکے؟ پس تمام مذاہب نے جو نقشہ ایشور کا پیش کیا ہے وہ بالکل ادھورا اور ناقص ہے۔ انسان اس سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسلام کی یہ مبشرانہ صدا مُردہ دلوں کو زندہ کرنے میں آبحیات کا حکم رکھتی ہے کہ اِنَّ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الآیۃ کہ میرے عشاق پر میرا کلام اُترتا رہے گا۔

اور اس نے صدہا اولیاء اقطاب پر اپنا الہام نازل کر کے اس وعدہ کو پورا کر دیا۔ اور جب تک دنیا کا آخر نہ ہونے یہ سلسلہ منقطع نہ ہو گا۔ آج بھی وہ خدا اسی طرح زندہ ہے جیسا کہ رشیوں کے وقت میں تھا۔ یا حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کے زمانہ میں تھا۔ لہٰذا اس نے آج بھی اپنے زندہ ہونے کے ثبوت میں الہام نازل فرمایا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منتخب کر کے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف پھر بلایا۔ پس مبارک ہیں وہ جو زندہ خدا کو اور اس کے صحیح اور مطابق فطرت اور موافق نیچر تصور کو سمجھ کر اس کے

(از مولوی ابوالعطاء صاحب فاضل) ۔۔۔ امین پور ضلع جالندھر ۔۔۔ اشاعت کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کرے۔ آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانند مشن

پیدائش عالم!

(۱۰)

تمہید تفسیر وید اور پرواہ سے انادی کا رد!

سوامی دیانند جی قدامت وید کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے اپنی بگوید آدی بھاش بھومکا کے صفحہ ۲۶ پر رقمطراز ہیں۔

"جو شے اتصال سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ فاعل کی محتاج ہوتی ہے۔ اور اگر فاعل کو بھی اتصال سے پیدا ہوا مانیں۔ تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ اس کا بھی کوئی فاعل ہے۔ اس طرح متواتر سلسلہ بندی سے تسلسل لازم آتا ہے۔"

یہاں مترجم تمہید تفسیر وید تسلسل پر مندرجہ ذیل فٹ نوٹ دیتا ہے۔

نوٹ:۔ "علم منطق کی اصطلاح میں تسلسل امور نامتناہی کے مرتب ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح سنسکرت میں اس کو آن اوستھا پرتی یا ان اوستھا دوش کہتے ہیں۔"

مذکورہ بالا بیان میں سوامی جی دور تسلسل کے غلط ہونے کو کھلے لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں۔ اور مترجم کا نوٹ بھی صاف ہے۔ اور یہ نوٹ ستیارتھ پرکاش کے مضمون میں آچکا ہے۔ یہاں ہم صرف یہ پوچھتے ہیں۔ کہ وہ دان آریہ مہاشو دور تسلسل یا پرواہ سے انادی سلسلے جو اتصال اور انفصال سے بنتے ہیں اور جو بقول سوامی جی فاعل کی محنت کے محتاج ہیں۔ وہ فاعل کی طرح ازلی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یا یوں بتاؤ کہ سلسلہائے مختلفہ جنہیں تم پرواہ سے انادی کہتے ہو۔ وہ اپنے فاعل پرمیشر کے ہمعصر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ محض وہم ہے۔ کہ تم فاعل کی محنت کے محتاج سلسلہ کو قدیم مانتے ہو۔ کنادجی نے تمہیں بتا دیا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لیکن ایک تم ہو۔ کہ بلا سوچے سمجھے پرواہ سے انادی اور سروپ سے انادی کا سبق پڑھے جاتے ہو۔ اگرچہ تمہیں خود علم نہیں ہے۔ کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں یہ بات بلا دلیل نہیں کہتا۔ بلکہ تجربہ سے یہی ثابت ہوا ہے۔ میرے ایک آریہ سماجی دوست ہیں۔ کہ جو ایک عرصہ تک اپدیشک بن کر آریہ سماج کی خدمت بجا لاتے رہے۔ اور جن کو یہ خیال ہے۔ کہ وہ نہایت اچھی طرح سے آرین سدھانتوں کو جانتے ہیں۔ اور دوسروں کے سامنے بھی بیان کر سکتے ہیں۔ میری یہ دوست مہاشے ایسے دفتر میں ملازم تھے کہ جس میں میں بھی تھا۔ اس لئے اکثر بات چیت کا موقعہ ملجاتا تھا۔ اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دو چار مرتبہ میں نے اپنے اس دوست سے بات چیت اسی کے متعلق کی بالآخر جو کچھ آپ نے دور تسلسل یا پرواہ سے انادی سلسلہ کی تعریف کی وہ اس طرح ہے۔

"دور تسلسل اور پرواہ سے انادی ایک ہی بات ہے۔ کسی فعل کا ہونا اور پھر نہ ہونا۔ اسی طرح ہونا اور پھر نہ ہونا پرواہ سے انادی کہلاتا ہے۔ پرمیشر ہی دنیا کو رچتا ہے۔ اور وہی ناش بھی کرتا ہے۔ ہر ایک سرشٹی کو اس نے رچا اور ناش کیا۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اگر تمام سلسلہ کو مجموعی طور پر دیکھا جائے۔ تو پرمیشر اس کا فاعل نہیں ہے۔"

جب اس سماجی دوست نے مذکورہ بالا تعریف کی تو میں نے کہا۔ کہ دوست سوچ تو سہی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ سلسلہ کا جب ہر حصہ مخلوق مانتے ہو۔ تو کل غیر مخلوق کس طرح پر ہو سکتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں ٹھیک کہتا ہوں۔ بے شک تمام سلسلہ کی علت فاعلی پرمیشر نہیں ہے۔ تب میں نے کہا۔ کہ بہت اچھا۔ آپ مہربانی سے یہ بیان تحریر کر دیں۔ تاکہ میں آپ کے ہی الفاظ کو پیش کر سکوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں لکھ کر نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں۔ آپ لوگوں میں غلط فہمی نہ پھیلائیں۔ گو میں نے اصرار کیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ ناچار میں نے خود ہی اوپر کا بیان قلم بند کر کے انہیں دکھا دیا۔ اور پوچھ لیا۔ کہ یہ ہی آپ بیان کرتے ہیں۔ یا کچھ اور۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس ٹھیک کو میں تو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اور تھوڑی سی توجہ اس کی بے ہودگی کو اظہر من الشمس کر دیتی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی سنسکرت یا ویدک منطق ہے۔ کہ افراد کا تو ہمیں علم ہو۔ یا یوں کہو کہ پرمیشر فرداً فرداً تو ہر ایک کا مالک ہے۔ مگر سب کا بحیثیت مجموعی مالک نہیں ہے۔ اگر درحقیقت ویدک فلاسفی میں کوئی ایسا بھی اصول ہے۔ تو ہم اس نرالی فلاسفی کے سمجھنے سے واقعی لاچار ہیں۔ اور شاید اس کا باعث یہ ہو کہ ہم گوشت خور ہیں۔ مگر نہیں اگر یہ بات ہو تو آریہ سماج کا گوشت خور فرقہ کس طرح اس فلاسفی کو سمجھتا ہوگا۔ دراصل بات تو یہ ہے۔ کہ یہ فلاسفی ایک فاش غلطی ہے۔ خود آریہ پرش ہی دل میں شرمندہ ہوتے ہی ہونگے۔ اور کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ ان کی اپنی ہی کتابوں میں کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ کہ اتصال اور انفصال کی علت اولیٰ ضرور ہوتی ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اتصال اور انفصال کے سلسلہ کے پہلے علت فاعلی اور علت مادی ہوتی ہے۔ اور جس کے پہلے کچھ ہے۔ وہی اس سلسلہ کی ابتدا ہے۔ جس طرح رات سے پہلے دن کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ رات کا آغاز ہے۔ اسی طرح علت اولیٰ کا پہلے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اتصال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انفصال سے پیدا ہونے والے سلسلہ کا آغاز ہے۔ چنانچہ رگوید آدی بھاش بھومکا کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے۔

"اس کے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ جو اتصال اور انفصال کا مبدا ہوتا ہے وہ خود اس (اتصال اور انفصال) سے جُدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بنفسہٖ اتصال اور انفصال کے آغاز کی علت اولیٰ ہوتا ہے۔ اگر کوئی علت اولیٰ نہ ہووے تو اتصال اور انفصال کا آغاز بھی وقوع میں نہیں آسکتا۔"

مذکورہ بالا بیان سے دور تسلسل یا پرواہ سے انادی سلسلہ کے غلط ہونے پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ لیکن ہمارے سماجی دوست مثل چمگادڑ کے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ اور کبھی غور نہیں کرتے کہ یہ کیا بات ہے۔ کہ علت اولیٰ اور معلول دونو کو ہم قدیم مانتے ہیں۔ جو صریح غلطی ہے۔ اوپر کی عبارت میں سوامی جی نے مان لیا ہے کہ اتصال اور انفصال کے پہلے پرمیشر ہے یا یہ کہ اتصال اور انفصال کا آغاز ضرور ہے۔

حقیقت علوم وید

اور

ویدک ایشور کی بےعلمی کے چند نمونے

"آریہ سماجی بھائی بڑے فخر سے یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں جتنے بھی علوم پائے جاتے ہیں ان سب کا منبع و مخزن ازلی پرمیشور کی ازلی کتاب وید ہی ہے۔ دنیا کا کوئی کسی قسم کا علم بھی نہیں جو ویدوں میں پہلے سے موجود نہ ہو۔"

پس آج ہم دیکھیں گے کہ یہ دعویٰ اپنے اندر کہاں تک واقعیت و صداقت رکھتے ہوئے ہے۔

قبل اس کے کہ ویدوں میں سے کسی قسم کے علم کا ہم کھوج نکالیں پہلے یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وید کا مصنف جس کو ایشور یا پرمیشور کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ خود بھی علم رکھتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر کسی کتاب کا کوئی مصنف خود ہی اعلےٰ علوم چھوڑ ادنےٰ علوم و فنون سے بھی محض نابلد ہو۔ اور دوسروں سے علم کے حصول کی استدعا و التجا کرتا ہوا نظر آئے۔ تو اس کی تصنیف کے متعلق یہ کہنا کہ یہ تمام علوم و فنون سے لبریز و بھرپور ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ پس آریہ سماج کے اس دعویٰ کو جانچنے کے لئے یہ معیار بہت ہی عمدہ و اعلیٰ اور عقل و علم پر مبنی ہے کہ بجائے اس کے کہ ویدوں سے علوم کا دفینہ کھودنے کی ناکام کوشش کو عمل میں لایا جائے۔ اس کے مصنف ویدک ایشور کے علم کی ہی جانچ پڑتال کر لینی کافی ہے۔

پس اسی معیار کے ماتحت ہم ویدوں سے اس کے مصنف کے علم و عقل پر مختصر سی روشنی ڈالتے ہیں جس سے آریوں کے ویدوں کے متعلق دل لبھانے والے دعویٰ کہ "وید ہی تمام علوم کا خزانہ ہیں" کی اصل حقیقت طشت از بام ہو جائے گی۔ پس ملاحظہ ہو

صرف اردو ترجمہ

پہلا منتر۔ "ہے لوگو! جو مجھے سیر کرے۔ (کیا بھوکا ہے راقم) جو مجھ کو سکھ دیوے (کیا دکھی بھی ہے لاحول ولا راقم) جو مجھ کو یقینی علم کرائے جو اندریوں سے بیگیہ کرتے ہوئے مجھ کو اچھے طور نزدیک حاصل ہووے۔ وہ مجھکو حاصل کرنے لائق ہے۔" ۹۳ء

(دیانندی تفسیر رگوید جلد چہارم بھاشا و سنسکرت)

(منڈل ۲ سوکت ۳۰ منتر ۸)

قارئین کرام! اس وید منتر کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے۔ کہ ویدوں سے ویدک پرمیشور کے متعلق کیا کیا عجیب انکشافات ہو رہے ہیں۔ یہی نہیں کہ وہ لوگوں سے یہ استدعا کرتا ہوا دکھلائی دے۔ کہ مجھکو یقینی علم حاصل کراؤ۔ بلکہ دُکھی ہونیکی حالت میں سُکھ کا بھی خواہشمند ہے۔ اور لطف یہ کہ اور کسی سے نہیں بلکہ عام لوگوں سے ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ بھوک پیاس کی تنگی و تشنگی سے بھی بہت تنگ آیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

پس انصاف سے کہئے۔ کہ کیا جس کتاب کا مصنف ابھی خود لوگوں سے علم کا طالب ہے۔ اس کی تصنیف میں کیسے علوم و فنون کی بھرمار ہو سکتی ہے

فتدبروا یا اولی الابصار

دوسرا منتر:۔ صرف اردو ترجمہ

"ہے انسانو! میں جو (ایشور) باپ وغیرہ انسانوں اور علماء کی دو حالتیں جن میں (وہ) آتے جاتے ہیں یعنے پیدائش و موت کو حاصل ہوتے ہیں۔ سنتا ہوں الخ

(جلد اول تفسیر بھاشا دیانندی بحر وید ص ۲۰۶ ادھیائے ۱۹ منتر ۴۷)

ہمارے آریہ بھائیو! اسی کتاب پر اترایا کرتے ہو۔ کہ اس میں روحانی و دنیاوی ہر قسم کے علوم کا ذخیرہ موجود ہے۔ اور ویدوں میں ایشور کی صفات کے متعلق جو بیان ہے۔ وہ نہایت ہی بلند اعلیٰ و ارفع ہے۔

اِس وید منتر کی عبارت کو چشم بصیرت سے دیکھو۔ یہ ہمارا یا کسی اور عیسائی۔ مسلمان یا سناتنی کا ترجمہ نہیں۔ بلکہ تمہارے رشی نہیں نہیں بلکہ مہرشی شری سوامی دیانند کا کیا ہوا ہے۔

دیکھو اس میں ویدک ایشور کی علمی پردہ دری کیسے صاف طور پر کی گئی ہے۔ اب بتلاؤ جو دوسروں سے باتیں سُن سُن کر لوگوں پر ظاہر کرے۔ اس کے متعلق تم کہو گے۔ کہ وہ مجسم علم اور اس کی تصنیف تمام علوم و فنون کی جڑ ہے۔

تیسرا منتر:۔ صرف اردو ترجمہ

"جس کے ہے جگدیشور..... ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور آپ پڑھنے پڑھانے والے دونوں محبت کے ساتھ مل کر عالم دیندار ہوں۔ کہ جس سے دونوں کی ترقیٔ علم سدا ہووے۔" (تفسیر دیانندی بھاشا بحر دید جلد اول)

ہم تو ویدک ایشور کی بے علمی کا نوحہ پڑھنے کو تھے۔ یہاں دینداری کا بھی مرثیہ کہنا پڑا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ وہ کتاب جو اپنے مصنف کو بے علم ہونے کے علاوہ دیندار بھی نہیں بتلاتی وہ کیسے دنیا کی دنیاوی و دینی ہدائیت کا باعث و سرچشمہ ہو سکتی ہے۔

آہ ویدوں کے ایسے مقامات کو پڑھتے ہوئے کلیجہ پھٹا جاتا ہے کہ کس طرح اُس قدوس خدائے برتر لایزال ہستی پر شرمناک الزام لگائے گئے۔

ہم کہتے ہیں۔ جو خود علم سے بے بہرہ اور تقویٰ سے خالی ہو۔ وہ دنیا کی ہدایت کا باعث کس طرح ہو سکتا ہے۔ تعجب ثم العجب۔ ویدوں کے نام پر بغیر دیکھے بھالے فدا ہونے والے آریوں کو وید کے ان مقامات کو غور و تدبر اور دل کو تعصب سے خالی کر کے دیکھنا چاہیئے۔ بے ہودہ مدح سرائی نے کبھی بھی کوئی نیک نتیجہ نہ اب تک دنیا میں پیش کیا ہے۔ اور نہ ہی آئندہ ہو گا۔

چوتھا منتر:۔ "اے بیاہے ہوئے مرد عورتو۔ تم دونوں رات کو کہاں ٹھہرے تھے۔ اور دن کہاں بسر کیا تھا۔ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے۔ جس طرح بیوہ عورت اپنے دیور کے ساتھ شب باش ہوتی ہے (شیم۔ شیم۔ شیم۔ راتم) یا جس طرح بیاہا ہوا مرد اپنی بیاہتا بیوی کے ساتھ اولاد کے لئے یکجا شب باش ہوتا ہے اس طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے۔" (بحوالہ رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۵ منتر ۲ اردو بھومکا صفحہ ۱۳۵)

آریہ صاحبان کہیں گے وید تمام علوم کا بھنڈار (خزانہ) ہیں۔ اور اِدھر ان کے مصنف وید کی معلومات کا یہ حشر کہ وہ لوگوں سے پوچھتا ہے۔ کہ تم رات کہاں رہے۔ کہاں کھانا کھایا۔ تمہارا وطن کہاں کس طرح شب باش ہوئے وغیرہ۔

ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے ملکی آریہ سماجی دوست ان چہار ویدمنتروں کو اگر انصاف کی نگاہوں سے دیکھیں۔ اور جانچیں گے تو فوراً ان پر یہ امر منکشف ہو جائے گا۔ کہ ہمارا سوامی دیانند کی سُر کے ساتھ سُر ملا کر یہ کہنا کہ وید ہی دنیا میں تمام علوم کا بھنڈار ہیں۔ کس قدر جگ ہنسائی کا موجب ہے۔ پس یہاں ہم ان چہار منتروں پر ہی اکتفاء کرتے ہوئے سماجی دوستوں کو غور و تدبر سے کام لینے کا موقع دیتے ہیں۔ اگر اب بھی وہ اپنے بے ہودہ دعاوی سے باز نہ آئے تو ہمیں مجبوراً سارا ہی بھانڈا پھوڑ دینا پڑے گا۔

اخبار فاروق نصف قیمت میں

یہ اخبار جو خالص تبلیغی پرچہ ہے۔ دارالامان قادیان سے مہینے میں چار بار شائع ہوتا ہے۔ اس میں اندرونی اور بیرونی مخالفین سلسلہ احمدیہ و معاندین اسلام کے اعتراضوں کے نہایت متانت سے مگر دندان شکن جوابات دیئے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ چار روپیہ اور ششماہی دو روپیہ ہے۔ اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ جدید خریداران کو مندرجہ ذیل پانچ روپیہ کی کتابوں میں سے جو دوست ایک سال کے لئے خریدار ہوں انکو دو روپیہ کی اور جو چھ ماہ کے واسطے خریدار ہوں۔ ان کو ایک روپیہ کی کتابیں ان کی حسب پسند مفت بطور انعام دی جائیں۔ اس طرح گویا ان کو نصف قیمت میں یہ اخبار ملے گا۔ پس اگر آپ سال بھر کے لئے خریدار بننا چاہتے ہیں۔ تو ذیل کی کتابوں میں سے دو روپیہ کی۔ اور اگر چھ ماہ کیواسطے خریدار بنیں تو ایک روپیہ کی انتخاب کر کے فوراً اطلاع دیں۔ یہ کتابیں صرف فاروق کے چندہ سالانہ یا ششماہی میں وی پی کی جائیں گی محصول ڈاک بذمہ خریداران ہو گا۔

یہ رعایت صرف ایک سو جدید خریداران کو ملیگی۔ اس سے زائد کی تعمیل نہیں ہو گی۔ جلد درخواست بھیجدیں۔

تبلیغ رسالت۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دو سال ۹۸ و ۹۹ء کے اُن اشتہاروں کا مجموعہ جو حضور نے اتمام حجت کے طور پر اپنی صداقت کے لئے شائع کئے۔ دو جلد۔ قیمت عہ

تنقید صحیح۔ مولوی جلال الدین شمس سابق مبلغ دمشق کی تصنیف بابی مذہب کی تردید میں۔ قیمت ۸ر

مباحثہ مونگیر ہر دو حصہ۔ علاقہ بہار میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کا جو مشہور مباحثہ ہوا تھا قیمت ۸ر

تجلیات رحمانیہ۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے رسالہ شہادات مرزا وغیرہ کا جواب۔ از قلم باطل شکن مولوی اللہ دتا فاضل جالندھری حال مبلغ دمشق ۶ر

بطالوی کا انجام۔ رئیس المکذبین مولوی محمد حسین بٹالوی کے آغاز و انجام کا پورا نقشہ اور بٹالوی کے متعلق پیشگوئی کا پورا ہونا۔ قیمت ۴ر

تحفہ مسیحیان۔ مسیحیان مباہلہ کے فتنہ کا انکشاف اور ان کی دعوت مباہلہ کا مکمل جواب قیمت ۵ر

خطبات نمبر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے چار ابتدائی تاریخی خطبوں کا مجموعہ جو حضور نے گذشتہ سال احرار اور گورنمنٹ اور احمدی جماعت کے متعلق فرمائے۔ قیمت ۴ر

چھوت کا بھوت۔ مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے جو کرنا چاہیئے۔ وہ اس میں بتایا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

تنبیہ زبان دراز۔ آریوں کی تردید میں لاجواب ۱ر

ایک مسلمان کا پیغام سکھوں کے نام ۱ر

ویدک توحید کا آئینہ رد آریہ ۲ر

ہدیہ قاسم نظم میں ۱ر ہدایات زرین برائے مبلغین ۵ر

پتہ۔ منیجر اخبار فاروق قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)